گل کرسٹ کی خدمات پر ایک نظر

ڈاکٹر ریحان احمد قادری

دربھنگہ، بہار

ملخص

گل کرسٹ کا نام ہندوستان کے اردو زبان کی تحریک میں ایک نمایاں کردار کے طور پر لیا جاتا ہے جس کو ہندوستان کی تاریخی ادب میں فراموش کرنا جرم ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ہندوستانی زبان کو فروغ دینے میں اور اس کو عوام الناس تک پہنچانے میں کلیدی رول نبھایا ہے۔ اگر جان گل کرسٹ نہ ہوتے تو اردو زبان آج تک اچھی صحت کے ساتھ ہم تک نہ پہنچ پاتا۔ جان بورتھ وک گل کرسٹ (۱۷۵۹۔۱۸۴۱) ایڈنبرا (اسکاٹ لینڈ) کے شہری تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہوئی اور انہوں نے ایڈنبر یونیورسٹی سے طب (ڈاکٹری) کے علم کو حاصل کیا۔ تعلیم مکمل ہونے پر معاش کی فکر میں وہ ویسٹ انڈیز گئے پھر کچھ سال وہاں گذار کر ۱۷۸۲ء میں بمبئی آ گئے۔ یہاں آ کر آپ نے محسوس کیا کہ ہندوستان میں قیام اس وقت تک بے سود رہے گا جب تک وہ یہاں کی مروجہ زبان کا وافر علم حاصل نہ کر لے۔ اپنی انگریزی کتاب جس کا نام اردو لغت اور قواعد ہے کے ''ضمیمے'' Appendia میں لکھا ہے کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ وہ اس زبان کا علم حاصل کریں گے جسے اصطلاحاً مسلمان (Moors) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں آ کر جب ڈاکٹر جان گل کرسٹ نے نصابی کتب کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ نہ صرف نصابی کتب موجود نہیں بلکہ کسی قسم کا مواد خواندگی بھی وہاں وجود میں نہیں ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ماتحت منشیوں کی مدد سے ''کالج کونسل'' کی اجازت لیے بغیر بارہ کتابیں تیار کرائیں اور کلکتہ کے الگ الگ پریس خانوں میں بانٹ دیں کہ وہ جلد از جلد کتابوں کو طبع کر دیں۔ ان کتابوں میں مسکین کے مرثیے، سنگھاسن، بتیسی، سکنتلا ناٹک، اخلاق ہندی، مادھونل، بیتال پچیسی ناگری رسم الخط میں اور چار درویش و مثنوی

میر حسن، گلستان کا اردو ترجمہ، طوطا کہانی، گلشن ہند اردو رسم الخط میں اور ''مشقیں'' کے نام سے بارہویں کتاب اردو، ناگری، رومن رسم الخطوں میں شامل تھیں۔

☆☆☆☆☆

گل کرسٹ شہر سورت میں بنگال آرمی کے بمبئی دستے میں نائب سرجن کی حیثیت سے بحال ہوئے اور لشکر کے ساتھ جب ان کا تبادلہ سورت سے فتح گڑھ ضلع فیض آباد ہوا تو اس نے ایک خط میں لکھا کہ ''کرنل چارلس مورگن کی کمان میں جب بنگال آرمی کے دستے ساتھ وہ سورت سے فتح گڑھ روانہ ہوا تو بے شمار قصبوں اور دیہاتوں سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ وہ زبان جسے وہ حاصل کر رہا تھا ہر جگہ بولی جا رہی تھی۔ صورت میں رہتے ہوئے آپ نے اردو زبان کی لغت اور قواعد تیار کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ پھر ۱۷۸۵ء میں اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہچانے کے لئے تنخواہ والاؤنس کے ساتھ ایک سال کی چھٹی کی درخواست دی جو منظور ہوئی۔ اس کے بعد لکھنؤ، فیض آباد، الہ آباد، جونپور، بنارس اور دوسرے مقامات کا سفر کیا تا کہ وہ اپنے منصوبوں کے لیے مواد جمع کر سکیں۔ اسی لگن کے ساتھ دن رات محنت کرتے رہے اور ۱۷۸۶ء میں انہوں نے اپنی لغت کا پہلا حصہ مکمل کیا پھر بورڈ سے درخواست کی کہ انہیں اس بنارس کی زمین داری میں رہنے اور نیل کی کاشت کرنے کی اجازت بھی دی جائے۔ چنانچہ یہ اجازت اور مزید رخصت بھی انہیں مل گئی۔ جب بنارس کی عمل داری میں اس نے غازی پور میں قیام کیا اور مسٹر چارٹر کے ساتھ مل کر نیل کی کھیتی شروع کر دی۔ اس میں انہیں فائدہ ہوا لیکن جب وہ دونوں حضرات مقامی زمینداروں کے مقدمے میں پھنس گئے تو چارٹر نے یورپ اور گل کرسٹ نے کلکتہ جانے کا راستہ اختیار کر لیا۔

عتیق صدیقی نے لکھا کہ ان کا آخری خط ۲۶/دسمبر ۱۷۹۴ء کا ملتا ہے۔ آگے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ ۱۷۹۸ء تک دونوں کیا کرتے رہے۔ آگے آپ نے لکھا کہ اس عرصے میں وہ اپنے علمی کاموں میں مشغول رہے ہوں گے اور اگست ۱۷۹۸ء میں انہوں نے اپنے کام کی تین جلدیں شائع کریں، پہلے جلد میں لغت، دوسری میں قواعد اور تیسری جلد ضمیمے پر مشتمل تھی، اسی سال اس نے ''اورینٹل لنگویسٹ''(Oriental Linguist) کے نام سے تینوں جلدوں کا خلاصہ مرتب کیا۔ آگے عتیق صدیقی نے کہا ہے کہ لغت وقواعد میں اولیت کا سہرا تو گل کرسٹ کے سر نہیں باندھا جا سکتا لیکن کیفیت کے اعتبار سے اس کا کام فوقیت رکھتا ہے۔ لغت کا حصہ اول ۱۷۸۶ء میں، حصہ دوم ۱۷۹۰ء میں ہندوستانی زبان کے گرامر ۱۷۹۶ء میں، ضمیمہ ۱۷۹۸ء میں اورینٹل لنگویسٹ ۱۷۹۸ء میں شائع ہوئے تھے۔ اس لیے یہ کام نہ صرف گورنر جنرل نے بلکہ انگریز حلقوں میں بھی اس لیے پسند کیا گیا کہ لغت وقواعد کی مدد سے آپ نے پنی کاوش اور محنت سے اردو زبان کا جو عام طور پر سارے ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے سیکھنا

آسان ہو گیا تھا۔ان کتابوں کی اشاعت سے اس کے شہرت میں غیر معمولی اضافہ ہوا تو اس نے طب چھوڑ کر اسی زبان کی تعلیم وتدریس کو اپنا ذریعہ معاش بنانے کا ارادہ کرلیا یہ ان کی زندگی کا بہت ہی اہم موڑ تھا۔

فورٹ ولیم کالج میں آکر جب ڈاکٹر جان گل کرسٹ نے نصابی کتب کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ نہ صرف نصابی کتب موجود نہیں بلکہ کسی قسم کا مواد خواندگی بھی وہاں وجود میں نہیں ہے۔یہ ماجرا دیکھ کر ماتحت منشیوں کی مدد سے ''کالج کونسل'' کی اجازت لیے بغیر بارہ کتابیں تیار کرائیں اور کلکتہ کے الگ الگ پریس خانوں میں بانٹ دیں کہ وہ جلد از جلد کتابوں کو طبع کردیں۔ان کتابوں میں مسکین کے مرثیے،سنگھاسن بتیسی،سکنتلا ناٹک،اخلاق ہندی،مادھونل،بیتال پچیسی ناگری رسم الخط میں اور چار درویش ومثنوی میر حسن،گلستان کا اردو ترجمہ،طوطا کہانی،گلشن ہند اردو رسم الخط میں اور ''مشقیں'' کے نام سے بارہویں کتاب اردو،ناگری،رومن رسم الخطوں میں شامل تھیں۔ان کتابوں کے مکمل ہونے پر ۱۸۰۱ء کے آخر میں کالج کے سکریٹری نے ان کے نام خط لکھا تھا جس کے جواب میں ۱۲/جنوری ۱۸۰۲ میں گل کرسٹ نے کچھ اس طرح لکھا کہ ہندوستانی زبان میں چونکہ طلبہ کی ضرورت مکمل کرنے والی کتابیں موجود نہیں تھیں اس لیے میں نے بارہ کتابیں تیار کرا کے طباعت کے لیے دے دی ہیں۔ اس پر کالج سکریٹری نے جواباً اشاعت کے کام کو روکنے کا حکم دیا۔اور یہ لکھا کہ اب بغیر اجازت مزید کتابیں نہ تیار کرائی جائیں۔گل کرسٹ نے پھر اپنے خط میں وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ''ہندوستان'' کے پروفیسر کی حیثیت سے یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں ایسے کاموں کو آگے بڑھاؤں جو اس زبان کی ترقی کے لیے مفید ہوں۔ہندوستانی زبان ابھی ناپختہ حالت میں اپنے ابتدائی مرحلے میں ہے اور یہ زبان کبھی اپنے سن بلوغت کو نہیں پہنچ سکے گی۔اگر پیدائش کے وقت ہی اسے سخت مالی ورسمی پابندیوں سے جکڑ دیا گیا۔ساتھ ہی اس نے یہ بھی لکھا کہ بہ صورت دیگر وہ چند شرائط کے ساتھ سارے اخراجات خود اٹھانے کے لیے تیار ہوئے۔ان کی درخواست قبول کرلی گئی پھر آپ نے بڑے پیمانے پر کتابوں کی اشاعت کا منصوبہ بنا کر ''ہندوستانی پریس'' کے نام سے الگ ادارہ قائم کیا،کالج میں جو ٹائپ وطباعت کا سامان موجود تھا وہ تمام گل کرسٹ کو دے دیا گیا۔لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہوں نے تیس منشیوں کے لیے کالج کو لکھا مگر صرف پانچ ہی مل سکا۔

ایک تجویز کے ذریعہ آپ نے کالج کونسل کو لکھا کہ مشرقی زبانوں کی طباعت کے لیے یورپی اصولوں کو سامنے رکھ کر ایسی تبدیلیاں کی ہیں جو ہندوستانی زبان کے لیے نہایت مفید ثابت ہوں گی۔آپ نے نمونہ کالج کو بھیج دیا۔جن کی عکاسی آج ہندوستانی پریس کی کتابوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔گل کرسٹ ہندوستان کے لیے رومن رسم الخط کا حامی تھا۔اس نے رومن رسم الخط میں بھی کافی تبدیلیاں کی تھیں جن سے اردو وہندی کی مخصوص آوازیں واضح کی جاسکتی تھیں۔زر کثیر خرچ کر کے پریس میں نیا ٹائپ ڈھلوایا تھا تاکہ صحیح ہندوستانی تلفظ کی اچھی کتابیں شائع

ہوں۔''ہندوستانی'' کوطباعت کی سطح پر جدید دور میں داخل کرنے کے لیے جو خدمات گل کرسٹ نے انجام دیں وہ بھی ناقابل فراموش ہیں۔

کالج میں جوش وخروش کے ساتھ ہندوستانیوں کو کم سے کم وقت میں ترقی دینے کی جو کوشش انہوں نے کی جو یقیناً قابل تعریف ہے۔گل کرسٹ نے نئے دور کے تقاضوں کے مطابق تصنیف وتالیف کے عمل کا جو راستہ دکھایا وہ دیکھتے ہی دیکھتے تاریخی دھاروں سے آن ملا جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اردو نثر کا راستہ متعین ہوگیا۔''ہندوستانی زبان'' کی کتابیں گل کرسٹ نے لکھوائی تھیں ان کی تعداد ساٹھ تھی جن میں طبع کچھ ہو گئیں اور کچھ زیر طبع تھیں اور بعض طباعت کے لیے تیار تھیں اور ۲۳ کے قریب وہ کتابیں تھی جو طباعت کے لیے تیار کی جارہی تھیں۔کتابوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کم وقت میں خود زیادہ کام کر کے غیروں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان سے کام لینے میں انہیں مہارت حاصل تھیں۔قابل توجہ بات ہے کہ سب کتابوں کے موضوعات میں حد درجہ تنوع ہے مگر معیار نثر وہی ہے جسے یکساں طور پر سب میں ہوتا ہے۔گل کرسٹ ''ہندوستانی'' کو ایک ایسی اہم اور بڑی زبان سمجھتا تھا جس میں بے حساب طرز کے امکانات موجود تھے۔''کالج کونسل'' کی جو رپورٹ بھیجی اور اس میں اس زبان کے بارے میں جو واضح کیا جو اس طرح نظر آتا ہے:

> ''یونانی ولاطینی (زبانیں) اب برطانیہ عظمیٰ میں استعمال سے زیادہ اپنی قدامت کی وجہ سے محترم سمجھی جاتی ہیں۔اور فرانسیسی زبان اگر ہم اپنی دیسی زبان (انگریزی) سے اس کا مقابلہ کریں تو وہ بھی (اب) معمولی قدر و قیمت کی مالک ہیں۔اگر ہم مشابہت کے تعلق سے دیکھیں تو ''ہندوستانی'' زبان بھی ہندوستان کی دوسری زبانوں کے مقابلہ میں اسی طرح بلندیاں طے کرے گی۔اگر وہ مخالفانہ و نامبارک حالات میں جبر و بے چارگی کا شکار نہ ہوتیں جس طرح انگریزی زبان نے ہمارے اپنے ملک میں انہیں ہی صورت حال میں عروج کے زینے طے کیے تھے۔''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ'' کالج کونسل'' نے گل کرسٹ کی اپیل کو اس لیے مسترد کر دیا کہ ''کمپنی کے نظما'' خود کالج کی اسکیم ہی کو مسترد کر چکے تھے اس لیے ایسی حالت میں گل کرسٹ کے طباعتی پروگرام کو کھلی چھوٹ دینا

حکمت عملی کے خلاف تھا۔گل کرسٹ کواب دوطرح کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑاایک طرف طباعتی منصوبہ مسترد کردیا گیاتو دوسری اسے باقی پروفیسروں کے مقابلے میں ان کی تنخواہ بھی کم تھی۔گل کرسٹ نے لکھا کہ ہندوستانی شعبے کو ہندوستان کے ترجمے کا کام سونپا جائے اورالاؤنس اسے دیا جائے جو یہ بھی منظور نہ ہوسکا۔آخر میں دل برادشتہ ہوا کہ واپس وطن لوٹ جانا چاہتا تھا مگر ولزلی کی مشورہ پراس نے اپناارادہ ترک کردیالیکن چند مہینہ گذرنے پراس نے خرابی صحت کی وجہ کراچانک استعفادے دیا۔

انگلستان پہنچ کر وہ خوداڈنبرا چلے گئے۔وہاں ۳۰/اکتوبر۱۸۰۴ءکواڈنبرایونیورسٹی نے قدیم ونامور طالب علم گل کرسٹ کوایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔کچھ عرصے گزرنے کے بعد وہ لندن چلے گئے ۔یہاں آکر ہندوستانی زبان کے بارے میں کئی اہم لکچر دیے۔خودکی چند کتابوں کی ازسرنو تدوین کی پھر سیاست پر کچھ کتابیں لکھیں ۔لندن میں رہ کرآپ نے کم وبیش دس کتابیں اور شائع کرائیں مگر قیام ہندوستان کے دوران خصوصاً فورٹ ولیم کالج میں انجام دیا ہوا وہ کام جس نے اردو ہندی ادب کی تاریخ میں جان گل کرسٹ کو زندہ جاوید بنادیا۔باغ و بہارکوگل کرسٹ نے لکھواکرشائع کرایا۔باغ اردو (ترجمہ گلستان) وہ پہلی کتاب ہے جوفورٹ ولیم کالج سے شیرعلی افسوس کے ذریعہ لکھی گئی اور کالج سے ہی شائع ہوئی۔گل کرسٹ ایک بے قرارروح کے مالک اورخواب دیکھ کرحقیت میں بدلناان کا مقصد تھا۔مقصدکوسامنے رکھ کراس پرتن من دھن سے لگ جاتے پھرلگن کے ساتھ اس کوحاصل کرلیتے۔یہ مزاج کے زوررنج اورتندخو تھے۔جب ہیڈلے نے خودکی لغت پرنظرثانی کی اورکسی حوالے کے اس کی لغت سے متعدد الفاظ ومعانی شامل کردیا تو گل کرسٹ نے اپنی دوسری کتاب ''دی اورینٹل لنگویسٹ'' میں ہیڈلے کی لکھی لغت کا تحقیر کے ساتھ ذکر کیا تھا جب کمپنی نے انگلستان میں انہیں الگ کردیا تو پھر گل کرسٹ نے ایک کتاب لکھی تھی اوراس میں کمپنی کے بہی خواہوں کوکھل کر برا بھلا کہا۔وہ دردسر کی وجہ سے چڑچڑے ضرور ہوگئے تھےلیکن کام کرنے اور دوسرے لوگوں سے کام لینا جانتے تھے۔گل کرسٹ جوہرشناس آدمی تھے۔گل کرسٹ فورٹ ولیم کالج میں دس سال اوررہ جاتے تواردوادب کو نئے نئے مصنفین سے مالا مال کردیتے وہ سب کے سب عمدہ صلاحیتوں کے مالک ہوتے مگرافسوس کہ قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔شیرعلی نے ڈاکٹر جان گل کرسٹ کی مدح میں قطعہ رقم کیا ہے جوان کی صلاحیتوں کونمایاں کرتے ہوئے یوں نظرآتا ہے:

پیشیوائے صاحبان عقل گل کرسٹ
صاحب عالی طبیعت، صاف طینت، با صفا
تو ہر اک فن کا محقق ہے نہیں کچھ اس میں شک

مرتبہ قامت کو پہنچا ہے تیری تحقیق کا
جامع الفاظ اردو دہر میں تو ہے فقط

خوبی تالیف تیری کوئی کب ہے جانتا
خصلتیں نیکوں کی جتنی ہیں وہ تجھ میں ہیں جمع
تیری ملاحی جہاں تک گئے ہے وہ بجا

منشی عام طور پر صاحب علم وفن ہونے کے باوجود غیر معروف تھے جب کہ وہ تمام فورٹ ولیم کالج سے وابستہ افراد تھے مگر ان میں سے کوئی بھی صاحب تصنیف نہیں تھے۔ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو بھانپ کر گل کرسٹ نے ان سے کام لیا۔ان کی تصانیف اس کی جوہر شناسی کا کھلا ثبوت ہیں۔ان میں جناب شیر علی افسوس (تاریخ تقرر ۱۵/اکتوبر ۱۸۰۰ء)، کاظم علی جوان (۱۰ نومبر ۱۸۰۰)، مظہر علی ولا (۱۰ نومبر ۱۸۰۰)، بہادر علی حسینی (۴/مئی ۱۸۰۱ء)، تارنی چرن مشرا (۴/مئی ۱۸۰۱)، میر امن (۴/مئی ۱۸۰۱)، حیدر بخش حیدری (۴/مئی ۱۸۰۱ء)، للولال کوی (۷/ جون ۱۸۰۲ء)، خلیل علی خاں اشک (۱/اگست ۱۸۰۳ء) وغیرہ یہ تمام لوگ شعبہ ہندوستانی سے جڑنے سے پہلے اردو زبان سے واقفیت رکھنے والے حلقوں میں نا آشنا تھے، غیر معروف تھے)

انہوں نے جب گل کرسٹ کی ہدایات پر عمل کر تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا تو آج وہ بھی اردو ادب کی تاریخ کا اہم حصہ بن گئے۔عتیق صدیقی نے روبک کی مدد سے ایک فہرست منشیوں کی تیار کی تھی جسمیں کالج کے ۴۲ منشیوں اور دس ان مولفین کی فہرست بھی دی جو کالج میں ملازم کی حیثیت سے کام کرتے تھے مگر گل کرسٹ نے ان سب سے تصنیف وتالیف اور ترجمے کا کام بڑے شوق سے لیا تھا۔ان کے نام یہ ہیں نہال چند لاہوری، مرزا علی لطف، بنی نرائن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔گل کرسٹ جن سے کام لیتے ان کے حقوق کا بھی خیال رکھتے تھے۔اگر ہندوستانی زبان کو فارسی و دیوناگری دونوں رسم الخطوں میں ہندوستان کی مرکزی زبان کے طور پر تسلیم کرلیا جاتا تو تاریخ اس طرح نہ مرتی جس طرح آج وہ مری ہوئی نظر آتی ہے۔ ہر طرف تنگ دلی، تنگ نظری، اور تعصب قوموں کی وہ بیماریاں ہیں جو خودسوزی وخودکشی کی ایک صورت ہیں۔جس کا علاج کرنا ناممکن ہے۔

گل کرسٹ اپنی زبان یعنی انگریزی کا شاعر بھی تھا ان کی نظموں کو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مرتب کیا ہے۔ان کی شخصیت کا پتہ انگریزی زبان میں اس کی نثر کی توانائی سے ہوتا ہے۔آپ نے تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔قیام ہندوستان کے دوران (۱۷۸۲۔۱۸۰۴) میں آپ نے ''ہندوستانی'' زبان سے متعلق سترہ کتابیں لکھی

ہیں جن کا ذکر کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ ان کتابوں سے ان کی ادبی دنیا کا پتہ چلتا ہے۔ اگر ان کی کوشش نہ ہوتی تو آج ہندوستانی زبان زندہ وجاوید نہ ہوتیں۔ ان کی ترتیب کچھ اس طرح سامنے آرہی ہے: جو عتیق صدیقی نے درج کرائی ہے:

(۱) ''اے ڈکشنری۔انگلش اینڈ ہندوستانی (A Dictionary English and Hindustani): اس لغت میں انگریزی لفظ کے اردو معنی، رومن اور اردو رسم الخط شامل کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کا اول حصہ کلکتہ سے ۱۷۸۶ء میں اور دوسرا حصہ ۱۷۹۰ء میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ''ہندوستانی فیلوجی''(Hindustani Philogy) کے نام سے ایک جلد میں ایڈنبرا سے ۱۸۱۰ء میں چھپا تھا اس میں معنی صرف رومن رسم الخط میں درج کیا گیا تھا۔ پھر اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ۱۸۲۵ء میں اور چوتھا آخری ایڈیشن ۱۸۵۰ء میں لندن سے جاری ہوا۔ یہ ہندوستانی زبان کے متعلق انیسویں صدی کا ایک بڑا اور نمایاں کام تھا۔

(۲) ''اے گرامر آف دی ہندوستانی لنگویج'':۔ اس کتاب میں گل کرسٹ نے ہندوستانی زبان کی قواعد اور صرف ونحو کے اصول، زبان سیکھنے اور سکھانے کے لیے بیان کیے گئے تھے اس کا پہلا حصہ ۱۷۹۶ء میں تو دوسرا ایڈیشن ۱۸۰۹ء میں کلکتہ سے شائع ہوا تھا۔

(۳) ''اپینڈکس''(Appendix):۔ یہ تالیف ڈاکٹر گل کرسٹ کی لغت اور قواعد کا ضمیمہ ہے جس میں معنی رومن رسم الخط میں درج کیے گئے تھے۔ ۱۷۹۸ء کلکتہ سے شائع ہوئی۔

(۴) ''دی اورینٹل لنگوسٹ''(The Oriental Linguist):۔ یہ ۱۷۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں عام زبان میں ہندوستان کی مقبول عام زبانوں کا تعارف کرایا گیا تھا۔ ساتھ ہی کثرت سے انگریزی الفاظ کے ہندوستانی میں اور ہندوستانی الفاظ کے انگریزی میں معانی درج کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ سادہ زبان میں مفید مکالمات بھی شامل ہیں۔ ساتھ ہی قصص وحکایات اور نظمیں بھی درج بھی گئی ہیں تاکہ زبان سیکھنے والے بول چال کی زبان کو مشق کر سکیں فوجی طلبہ کی ضرورت کے لیے فوجی ساز وسامان کے انگریزی وہندوستانی نام بھی شامل کیے گئے ہیں۔

(۵) ''دی انٹی جار گونسٹ'':۔ اس کتاب میں پہلے ہندوستانی زبان کے موضوع پر مقدمہ لکھا گیا اور پھر متعدد الفاظ کے معنی دیئے گئے ہیں۔ یہ کلکتہ سے ۱۸۰۰ء میں منظر عام پر لایا گیا۔

(۶) ''اے نیو تھیوری آف پرشین وربز'' (A New Theory of Persian Verbs):۔ اس کتاب میں افعال ومصادر فارسی اور ان کے ہندوستانی وانگریزی مترادفات دیئے گئے ہیں اس کا حصہ اول ہرکارہ پریس کولکاتا سے ۱۸۰۱ء اور کلکتہ ہی سے دوسرا حصہ ۱۸۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔

(۷) ''ہندوستانی ایکس سیریز''(Hindustani Ex Series): فورٹ ولیم کالج میں ہندوستانی زبان کے پہلے اور دوسرے امتحانات کے لیے مشقی فراہم کی گئی تھی۔ یہ کتاب بھی کلکتہ سے ۱۸۰۱ء میں نکالی گئی تھی۔

(۸) ''دی اسٹرینجر ایسٹ انڈیا گائیڈ ٹو دی ہندوستانی گرینڈ لنگویج آف انڈیا امپرز وئرء جاکڈ نورس: (The strangers east India Guide to the Hindustani or the grand lanugage of India Improperly called and Moors: یہ کتاب کلکتہ سے پہلی بار ۱۸۰۲ء میں پھر دوسری بار ۱۸۰۸ء میں اور تیسری بار لندن سے ۱۸۲۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب خاص کر انگریزی دانوں کے لیے ہندوستانی زبان سیکھنے کے لیے اہم اور کارآمد کتاب تھی۔

(۹) دی ہندوستانی ڈائرکٹری آف اسٹوونٹ انٹروڈکٹر ٹو دی ہندوستانی لنگویج: (TheHindustani Directory of Students Introductor to the Hindustani Language:۔اس کتاب میں اصول تلفظ وصحیح قرأت اور علم ہجا واصول املا کی وضاحت کی گئی ہے۔اور ساتھ ہی ہندوستانی زبان کے عام اصول گرامر بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ ۱۸۰۲ء میں طبع ہوئی۔

(۱۰) ''دی ہندوستانی پرنسپلس''(The Hindustani Principles):۔اس میں طلبہ کے لیے ہندوستانی قواعد کے اصولوں کی وضاحت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی ۱۸۰۲ء میں طبع ہوئی تھی۔

(۱۱) ''پارٹیکل آؤٹ لائز اے اسکیچ آف ہندوستانی اورتھوپی'' (Practical outlines or sketch of Hindustani orthopy:۔اس کتاب میں بھی ہندوستانی زبان کے الفاظ کے صحیح تلفظ کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔انگریزی طلبا کو آسانی کے لیے صحیح تلفظ کو رومن رسم الخط میں درج کیا گیا ہے۔اس کی سن مطبوعہ تاریخ ۱۸۰۲ء ہے۔

(۱۲) ''ہندوستانی عربی میرر''(The Hindustani Arabic Mirrors):۔یہ وہ کتاب ہے جس میں وہ عربی الفاظ جمع کیے گئے ہیں جو ہندوستانی زبان میں مشتمل ہیں اور جن کا جاننا طلبہ کے لیے اشد ضروری ہے۔ یہ چھوٹی کتاب ہے جو ۱۸۰۲ء میں شائع کی گئی ہے۔

(۱۳) دی ہندوستانی مینوئل اور دی کسکٹ آف انڈیا'' (The Hindustani Manual or the Casket of India:۔اس کتاب کو کالج کے طلبہ کی نصابی ضرورت کے لیے اردو دیوناگری رسم الخط میں کالج کے منشیوں کی مدد سے مرتب کیا گیا تھا۔ کتاب میں کالج کے اقتباسات کے شامل کیے گئے تھے جو زیر طبع تھیں اور'' کالج کونسل'' نے کالج کے خرچ کو روک دیا تھا جس سے ان کی طباعت رک گئی پھر بھی یہ ۱۸۰۲ء میں شائع

ہوئی۔ یہ پانچویں کتاب ۱۸۰۲ء کی تھی۔

(۱۴)''دی ہندی رومن ارتھوپیکل گرافیکل الٹی میٹم'' (The Hindi Roman Orthopical Graphical Altimetam:۔کتاب میں مشرق ومغرب کے زبانوں کے صوتی نظام اور اس کے اصولوں کومنظم طریقے سے بیان کرکے زبان مشرق یعنی''ہندوستانی'' کے عملی اصول کو بیان کیا گیا ہے۔گل کرسٹ نے رومن رسم الخط میں ہندوستانی آوازوں کے متعلق سے جو ترمیم کی تھیں ان کو بیان کیا گیا ہے۔اس میں گل کرسٹ کے انگریزی''پیش لفظ'' کے علاوہ شکنتلا ناٹک بھی رومن رسم الخط میں شامل ہے۔

(۱۵)''دی ہندی اسٹوری ٹیلر''(The Hindi Story Teller):۔نقلیات ہندی دو حصوں میں یہ کتاب بیک وقت رومن، ناگری اور فارسی رسم الخط میں مرتب کی گئی، جو شائع ہوئی اس کا پہلا حصہ ۱۸۰۲ء میں، دوسرا حصہ ۱۸۰۳ء میں''ہندوستانی پریس'' کلکتہ سے جاری کیا گیا۔ پہلے حصہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۰۶ء میں شائع ہوا۔

(۱۶)''دی اورینٹل فیبلسٹ''(The Oriental Fabulist):۔کتاب میں حکایت لقمان کو ہندوستانی، فارسی، عربی، برج بھاشا اور سنسکرت میں ترجمہ کرکے انہیں رومن رسم الخط میں لکھا گیا۔ یہ ترجمہ ان زبانوں کے جاننے والوں نے اپنی اپنی زبانوں میں کیے اور گل کرسٹ نے ان سب میں رومن رسم الخط کا استعمال کیا تھا۔اس میں گل کرسٹ نے اپنا ترمیم کردہ رومن رسم لخط کا استعمال کیا تھا۔جس کے اصول روبک نے اپنی کتاب میں یوں دیئے ہیں۔

(۱۷)''دی مورل پری پٹوریعنی اخلاق ہندی''(The moral pre patwar):۔اس کتاب کو لکھنے کا مقصد ایک زبان سے دوسری زبان سکھانے کا تھا۔اس لیے یہ کتاب مرتب کی گئی جس میں''پند نامہ سعدی'' کا منظوم انگریزی ترجمہ شامل ہے۔جس کو ڈاکٹر گل کرسٹ نے رزمیہ طرز میں کیا تھا اور ساتھ ہی اس میں گلڈون کا نثر میں کیا ہوا انگریزی ترجمہ بھی شامل ہے۔اس کے آخری میں مظہر علی خاں ولا کا ترجمہ پند نامہ سعدی ''ہندوستانی''منظوم بھی شامل ہے۔اس کو ۱۸۰۳ء میں ہندوستانی پریس کلکتہ سے شائع کرایا گیا تھا۔

(۱۸)''قاعدۂ ہندی ریختہ عرف رسالہ گل کرسٹ'' (A Grammar of the Hindustani Language:۔ یہ ہندوستانی زبان میں لکھا گیا تھا۔گل کرسٹ نے''اے گرامر آف دی ہندوستانی لنگویج'' سے ایک قواعد انگریزی طلبہ کی تعلیم کے لیے انگریزی زبان میں لکھی جو ۱۷۹۶ء میں جاری ہوئی۔رسالہ گل کرسٹ اردو میں لکھا گیا جس میں عربی اصول وقواعد کے مطابق اردو قواعد لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۸۲۰ء میں ہندوستانی پریس کلکتہ سے قاعدہ ہندی ریختہ عرف رسالہ گل کرسٹ کے نام سے شائع ہوئی۔

اس وقت گل کرسٹ کو ہندوستان سے گئے سولہ برس ہو چکے تھے۔

اگر آپ گل کرسٹ کی کتابوں کی فہرست کو دیکھئے تو یہ سب طلبہ کی نصابی اور اساتذہ کی تدریسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی کتابیں تھیں۔ ہندی ریختہ (اردو) سے ان کو گہرا لگاؤ تھا، وہ اردو ہندی کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے اسے ''ہندوستانی'' کے نام موسوم کرکے رومن رسم الخط میں لکھنے کے حامی تھے۔ اس نے اردو طباعت میں بھی کافی اہم اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اردو املا، اعراب اور رموز اوقاف پر توجہ دے کر زبان کی ترقی و تدریس میں ان کی کیا اہمیت ہے اس کو اجاگر کیا ہے اس نے کالج کے منشیوں سے بول چال کی مادہ نثر میں جو کتابیں لکھوائیں ان میں سے اکثر آج بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں، تصنیف، تالیفات، ترجمہ، طباعت، املا وغیرہ میں جدید تقاضوں کو شامل کرکے اردو زبان کو دور جدید کے دائرہ میں لا کھڑا کر دیا۔ یہ وہ خدمات ہیں جن کے لیے ہماری تاریخ انہیں ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ان کی خدمات کو فراموش کرنا اردو ادب اور ہندوستانی تہذیب پر ناحق خون کرنا سمجھا جائے گا۔ ان کی تعریف میں چند اشعار میرؔ کے حاضر کر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
یہ کس نے آتے ہی الٹی نقاب چہرے سے
کہ جھلملانے لگے سب چراغ محفل کے
یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع کی
پتنگوں عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی